امر بالمعروف کی طاقت کوئی معمولی طاقت نہیں۔
ہر مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ ستمبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(آل عمران:۱۱۱)

پھر فرمایا:۔

آج کے جمعہ کے دن کچھ ایسے اجتماعات ہیں جن کے ذکر کے متعلق مجھ سے خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ سب سے اول مجلس انصار اللہ U.K کا سالانہ اجتماع آج یعنی ۱۷ ستمبر کو شروع ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تین دن جاری رہے گا اور صدر صاحب انصار اللہ نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ چونکہ کثرت سے انصار نے یہاں سے اسلام آباد جانا ہے جہاں یہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ اس لئے آج جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز بھی اکٹھی پڑھا دی جائے۔

مجالس انصار اللہ ضلع تھرپارکر، ضلع پشاور اور ضلع گوجرانوالہ (پاکستان) کے سالانہ اجتماعات بھی ۱۶ اور ۱۷ ستمبر کو منعقد ہو رہے ہیں یعنی آج اور مجالس انصار اللہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ و ضلع

مظفر آباد اور ضلع جھنگ کے سالانہ اجتماعات بھی آج ۱۷ ستمبر کو منعقد ہو رہے ہیں۔ مجالس انصار اللہ ضلع راجن پور، ضلع بہاولنگر، ضلع بہاولپور کے سالانہ اجتماعات کل ۱۶ ستمبر سے شروع ہو چکے ہیں اور آج بھی جاری رہیں گے۔

ان سب کے لئے جو پیغام آج میں آپ کے سامنے رکھوں گا اس کا تعلق اس آیت کریمہ سے ہے جو میں نے ابھی تلاوت کی تھی۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اس آیت سے متعلق میں پہلے بھی مختلف خطبات میں روشنی ڈال چکا ہوں لیکن آج پھر اس کے ایک پہلو کو خاص طور پر آپ کے سامنے رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم بہترین امت ہو یعنی جب سے دنیا میں خدا تعالیٰ نے مذاہب کا آغاز فرمایا ہے اور امتوں کو دنیا کی بھلائی کے لئے نکالا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ سب امتوں سے بہتر تم ہو۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ جو بنی نوع انسان کی خاطر، ان کی خدمت کے لئے، ان کی بھلائی کی خاطر کھڑی کی گئی ہے اور اس بھلائی کی تعریف یہ ہے کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ ''وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور بدیوں سے روکتے ہو وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ کچھ ان میں سے ایسے ضرور ہیں جو ایمان والوں میں شمار ہو سکتے ہیں لیکن بھاری اکثریت ایسی ہے جو ایمان نہیں لاتے یعنی اپنے دین کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے بھی ان کی اکثریت ایسی ہے جن کا کوئی ایمان نہیں لیکن چند ایک ایسے ضرور ہیں اور ہر مذہب میں ہوتے ہیں جو صاحب ایمان کہلا سکتے ہیں۔

اس آیت میں جو نکتہ خصوصیت سے میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ اس کی ترتیب ہے۔ قرآن کریم میں آپ جہاں جہاں بھی ایمان کا ذکر پڑھیں گے ایمان کا ذکر پہلے کرتا ہے اور عمل صالح کا بعد میں کرتا ہے یہاں ترتیب بدل گئی ہے یہاں فرمایا ہے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تمہارے بہترین ہونے کی خصوصیت کے ساتھ نشانی یہ ہے، تمہاری امتیازی شان یہ ہے کہ تم لوگوں کو معروف کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ تو جہاں تک مرتبے کا تعلق ہے ایمان کا مرتبہ بہرحال پہلے ہے جب ترتیب بدلی جائے تو ضرور اس میں کوئی حکمت پیش نظر ہوتی ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ وہ کیا حکمت ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے نیکی کے عام کاموں

کا ذکر پہلے فرما دیا اور ایمان کا ذکر بعد میں کیا۔

اس ضمن میں یاد رکھنا چاہئے کہ نیکی کے عام کام جو بنی نوع انسان کی بھلائی سے تعلق رکھتے ہیں اس میں نہ صرف یہ کہ سب مذاہب والے کسی نہ کسی حد تک شامل رہتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں مسلمانوں سے آگے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً خدمت خلق کے کام جتنا عیسائی قومیں کر رہی ہیں بدنصیبی ہے کہ آج عالم اسلام کو وہ توفیق نہیں مل رہی۔ اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی کہ اپنے مسلمان بوسنین بھائی جو گھر سے بے گھر ہوئے ان کو پناہ دینے والے بھی وہی ہیں جن کی ظالمانہ عدم دلچسپی سے وہ لوگ اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور عالم اسلام کو یہ توفیق نہیں ملی کہ ان کی خدمت کر سکے۔

پس خدمت کے کاموں میں مسلمانوں کا کوئی ایسا امتیاز نہیں ہے کہ جس میں دوسرے شریک نہ ہوں۔ اسلام جب اپنی اعلیٰ حالت پر تھا اس وقت خدمت کے ہر کام میں مسلمان سب دوسری قوموں سے بڑھ چکے تھے تبھی ان کو خَيْرَ اُمَّةٍ فرمایا گیا کیونکہ اگر خدمت کے کسی کام میں بھی دوسرے آگے بڑھتے تو مسلمان اس پہلو سے خَيْرَ اُمَّةٍ نہیں کہلا سکتے تھے۔

پس یاد رکھیں کہ خَيْرَ اُمَّةٍ میں اعلیٰ مرتبہ جس کی خدا توقع رکھتا ہے وہ بیان ہوا ہے تم سے خدا یہ توقع رکھتا ہے کہ تم خدمت خلق کے کاموں میں سب سے آگے ہو اور سب قوموں کی بھلائی تم سے وابستہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں مسلمان یہ اعلیٰ مقصد پورا کر سکیں یا ان کی توقعات پر پورا اتریں اس لئے عام دنیا کا جو حال ہے وہ ہم اسی طرح دیکھتے ہیں کہ ایمان والی قوموں میں نسبتاً کم ایمان والی بعض دفعہ خدمت کے کاموں میں آگے بڑھ جاتی ہیں اور بعض دفعہ بے ایمان قومیں بھی خدمت کے کاموں میں حصہ لیتی ہیں۔ تو جو عام چیز ہے اور جو بنی نوع انسان میں مشترک ہے اس کا یہاں بیان ہے اور اس میں سے بھی وہ چیز چنی گئی ہے جو جسمانی خدمت کی بجائے روحانی اور اخلاقی اور قومی اقدار کے لحاظ سے خدمت کہلا سکتی ہے جو بالا اور افضل خدمت ہے۔

ایک غریب کو روٹی کھلا دینا بھی اچھی بات ہے لیکن روٹی کھلانے کی تلقین کرنا جس کے نتیجے میں صاحبِ حیثیت قومیں غریبوں کی طرف توجہ کریں یہ سب سے افضل بات ہے کیونکہ اگر نصیحت کے ذریعہ آپ لوگوں کے مزاج بدل دیں، ان کی اقدار میں پاک تبدیلیاں پیدا کر دیں ان کو نیک کاموں کی طرف مائل کر دیں تو آپ کی ذاتی توفیق جو بہت تھوڑی ہو سکتی ہے اس توفیق میں ان سب قوموں

کا حصہ شامل ہو جائے گا جو صاحب توفیق ہیں۔ اب احمدی اپنی تعداد کے لحاظ سے اتنے تھوڑے اور اپنے مالی وسائل کے لحاظ سے اتنے محدود ہیں کہ اگر یہ چاہیں بھی تو دنیا کی بھوک دور نہیں کر سکتے، دنیا کا ننگ مٹا نہیں سکتے، ننگے بدن کو کپڑا نہیں پہنا سکتے خود بوسنیا کی ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ ہم اپنے دل کی طمانیت کی خاطر حسب توفیق کچھ نہ کچھ ضرور کر رہے ہیں لیکن جو عظیم ضرورت ہے اس کے مقابل پر وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، نہ ہو سکتا ہے۔ تو اس کا متبادل یہ ہے اور بہتر متبادل کہ جو کچھ توفیق ہے وہ ضرور کرو لیکن توجہ اس بات کی طرف دو کہ دنیا کو بتاؤ کہ ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور ان کو کیا کرنا چاہیے۔

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تم معروف کا حکم عام کرو۔ اسی ہدایت کے پیش نظر یعنی قرآن کریم کی اس تعلیم کے پیش نظر میں نے کثرت کے ساتھ ساری دنیا کی جماعتوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ دن رات خطوط کے ذریعے، رابطوں کے ذریعے، اخباروں میں کالم لکھوا کر اور بڑے بڑے لوگوں کو ذاتی طور پر مل کر متوجہ کر کے یہ احساس بیدار کریں کہ آج کی تاریخ میں ایک معصوم قوم پر حد سے زیادہ ظلم ہو رہا ہے اور اگر آج کے انسان نے اس سے آنکھیں بند رکھیں تو کل وہ ضرور اس جرم کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنے گا اور اس سزا سے بچ نہیں سکتا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ بڑی بڑی قوموں کی طاقت ہے ان کے بغیر ہم کیا کر سکتے ہیں مگر امر بالمعروف میں بہت بڑی طاقت ہے۔ امر بالمعروف میں جتنی طاقت ہے دنیا کی کوئی اور طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اگر امر بالمعروف کو عام کیا جائے اور تمام زبانوں پر یہ بات جاری ہو جائے کہ ظلم ہو رہا ہے اور ہم نہیں برداشت کریں گے یا نہیں پسند کریں گے تو اس کا نفسیاتی دباؤ بڑی طاقتور قوموں پر اتنا زیادہ پڑ جاتا ہے کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ پھر امر بالمعروف میں کوئی جغرافیائی قید نہیں ہے جو صاحب حیثیت اور طاقتور قومیں ہیں وہاں بھی تو امر بالمعروف کرنا ہے اور ان کی رائے عامہ کو تبدیل کرنا ہے۔ اس پہلو سے جماعت امریکہ کو میں نے خصوصیت سے توجہ دلائی کہ امر بالمعروف پر بہت زیادہ زور دیں چنانچہ پتا لگا کہ ہزارہا خطوط وہاں سے بعض دفعہ روزانہ اور بعض دفعہ ہفتوں میں لکھے گئے اور بڑے چھوٹے مرد عورتیں سب تمام بڑے بڑے سینیٹرز اور کانگریس مین اور بڑے بڑے اخباروں کے ایڈیٹرز اور ٹیلی ویژن کے صاحب اختیار

لوگوں کو لکھتے رہے اور اس کے نتیجہ میں ایک عام فضا میں یہ احساس بیدار ہونا شروع ہوا۔ ان کے جو جوابات ان کو ملے ہیں اور انہوں نے جو مجھے ان کے نمونے بھیجے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ **امر بالمعروف** کی طاقت کوئی معمولی طاقت نہیں ہے۔ بار بار جب ایک ہی سینیٹر کو مختلف جہتوں سے چھوٹے بڑوں نے بے ساختہ اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور انسانیت کی خاطر جوان کے جذبات کچلے گئے ہیں ان کا ذکر کیا تو ایک امریکن کی حیثیت سے انہوں نے اپنے بڑوں سے احتجاج کیا ہے اور اس کا جتنا اثر پڑا ہے وہ ان کے جوابات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کئی جوابات ایسے ہیں جن میں سیکرٹری کی طرف سے جواب نہیں بلکہ بڑے بڑے لوگوں نے اپنے ہاتھ سے دستخط کر کے بھیجے ہیں کہ ہاں ہمیں احساس ہے یہ ہماری قوم کی غلطی ہے کہ جتنی توجہ دینی چاہئے تھی نہیں دی جارہی۔ ہم اپنے بڑوں کو متوجہ کریں گے تو **امر بالمعروف** ایک بہت عظیم الشان اور بہت بڑی خدمت ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کو جنگ کی حالت میں جرمنی نے بہت ہی حکمت اور عقل کے ساتھ استعمال کیا۔ اگرچہ **بالمعروف** حکم نہیں تھا لیکن نفسیاتی طور پر بات وہی تھی کہ اگر ایک بات کو کسی قوم میں عام پھیلایا جائے تو اس سے قوم کے خیالات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور اس کے نظریات اور رجحانات میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پس آج کی دنیا میں جسے Fifth Column کہا جاتا ہے وہ اسی نفسیاتی پروپیگنڈے کا نام ہے جس میں کوئی ہتھیار نہیں چلتا، کوئی دباؤ نہیں ڈالا جاتا۔ ہوٹلوں میں مختلف جگہوں پر بیٹھ کر باتیں عام کی جاتی ہیں اور جب بار بار کوئی قوم یہ سنتی ہے کہ ہم ہار گئے ہم مارے گئے تو نفسیاتی لحاظ سے وہ مغلوب ہو جاتی ہے جب بار بار یہ ذکر سنتے ہیں کہ فلاں قوم اوپر آگئی، غلبہ پاگئی تو اس کے غلبے کے لئے وہ اپنے نفس کو تیار کر لیتے ہیں۔ پس **امر بالمعروف** میں عام باتیں بھی شامل ہیں خواہ ہوٹل میں بیٹھیں، خواہ گاڑی میں سفر کر رہے ہوں جہاں بھی آپ پھر رہے ہوں وہاں اچھی باتوں کو عام کریں۔

پھر فرمایا ہے وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ بری باتوں سے روکتے ہیں یہاں یہ جو قرآن کریم کی خصوصی ترتیب ہے اس کو قائم رکھا گیا ہے۔ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے نیکی کو بیان فرمایا ہے، نیکی کو پہلے بیان فرمایا ہے بدی کو دور کرنے کا بعد میں ذکر کیا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ (المومنون: ۹۷) جو اچھی چیز ہے اس کے ذریعے بدی کو دور کرو۔

اس سلسلے میں پہلے بھی میں جماعت کو سمجھا چکا ہوں کہ اس میں بہت گہری حکمت ہے ایسی گہری حکمت ہے کہ اگر اس کو آپ پالیں تو دنیا میں بہت سے بڑے بڑے جو انقلابات ہیں ان کی کامیابی یا ناکامی کا راز آپ پا جائیں گے قرآن کریم کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ صرف برائی کو دور کرے جب تک کہ جس چیز کو دور کر رہا ہے اس سے بہتر چیز نہ پیدا کردے۔ Annihilation کے قرآن کریم خلاف ہے۔

کوئی مثبت چیز ہے تو دو اور پھر اس کے بدلے برائی کو دور کرو۔ اب کسی نے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہیں آپ اس کو کہہ دیں کہ پھٹے ہوئے کپڑے بری بات ہے اتارو، ان کو پھینکو اور اس کے بدلے اچھے کپڑے نہ دیں تو ظلم ہوگا۔ خلا پیدا کرنے کے لئے اسلام نہیں آیا، اسلام بری باتوں کو اچھی باتوں سے بدلنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے بظاہر انسانی سوچ یہ کہہ سکتی تھی کہ پہلے برائیاں تو دور کر لو پھر بھلائی قائم کرنا مگر خدا کی حکمت بالغہ یہ نہیں کہتی، اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا۔

پس ہر جگہ بہتر چیز کو لانے کا پہلے حکم ہے بد چیز کو دور کرنے کا بعد میں حکم ہے پس یہاں اسی ترتیب کو قائم رکھا گیا۔ فرمایا معروف کا حکم دیتے ہیں اور ایسی اچھی بات بتاتے ہیں کہ جس کے ذریعے قوموں کو بڑی مشکلات سے نجات ہی نہیں ملتی بلکہ ان کے بدلے اعلیٰ اقدار حاصل ہو جاتی ہیں، اعلیٰ اقدار کی شناخت ہو جاتی ہے۔ پس جب اعلیٰ اقدار کی شناخت ہو جائے پھر برائیاں دور کرنا نسبتاً آسان بھی ہو جاتا ہے اگر اچھی بات کی سمجھ آ جائے تو پھر انسان بری بات سے ہٹے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے بدلے ایک بہتر چیز مل چکی ہے، ورنہ خالی برائیاں دور کرنے کی کوشش کر کے دیکھ لیں آپ سے کچھ نہیں ہوگا۔

قرآن کریم کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار یہ نکتہ پیش فرمایا ہے کہ عرب شعراء اور عرب اہل ادب کو شاعری اور ادب سے نسبتاً جو تعلق ٹوٹا اور قرآن کی طرف مائل ہوئے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ شعر و ادب کے خلاف اسلام نے کوئی مہم چلائی تھی بلکہ شعر سے بہتر کلام الٰہی نازل ہوا تھا۔ ادب سے زیادہ لطیف ایسی آیات اتر آئیں جن میں صاحب ذوق آدمیوں کو ذاتی دلچسپی پیدا ہوگئی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں بھی اس مضمون کو چھیڑا ہے یہ بیان فرمایا

ہے کہ قرآن کریم کا ذوق ایسا بڑھا اور اس کا ایسا چسکا پڑا کہ قرآن کریم نے ہر دوسرے ذوق کو مٹا دیا۔ پس تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کی یہ وہی الٰہی ترتیب ہے جو اسلام کے نظام میں ہر جگہ آپ کو جاری وساری دکھائی دے گی ۔پس اس پہلو سے فرماتا ہے کہ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تم بہترین ہو اس لئے نہیں کہ تم بدیاں مٹاتے ہو اور نظام فرسودہ اور نظام کہن کو ملیا میٹ کر دیتے ہو بلکہ اس لئے کہ تم بہتر نظام لے کر آتے ہو۔ ہر بری چیز کا ایک بہتر متبادل پیش کرتے ہو اور وہ پیش کرنے کے بعد پھر ادنیٰ چیزوں سے لوگوں کی توجہ ہٹاتے ہو کہ اس اعلیٰ کو چھوڑ کر کیوں اس ادنیٰ میں اٹکے رہو گے۔ یہی وہ طریق ہے جس سے نصیحت میں اثر پیدا ہو جاتا ہے، نصیحت میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ خالم خولی کسی چیز کو چھوڑنے کا حکم نہیں بلکہ پہلے بہتر چیز دیتے ہو اور پھر دوسری چیز چھڑاتے ہو۔

آج کل اطباء کا بھی اسی طرف رجحان ہے کہ کوئی بدعادت چھڑانے سے پہلے اس کا کوئی متبادل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی عادت ڈالو تو پھر جو بدعادت ہے وہ بھی آہستہ آہستہ چھٹ جائے گی چنانچہ آج کل اس قسم کے اشتہار ٹیلی ویژن وغیرہ پر عام آتے ہیں کہ فلاں چیز چھوڑنی ہے تو اس کے بدلے میں ہم یہ چیز دیتے ہیں یہ شروع کرو گے تو اس کے اثر کے تابع تمہاری بری چیز کی خواہش ہی مٹ جائے گی۔

اس کے بعد فرمایا وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور تم پھر اللہ پر ایمان لاتے ہو اس لئے نہیں کہ ایمان باللہ سب سے آخری چیز ہے بلکہ اس لئے کہ مومنوں کو غیر مومنوں سے ممتاز کر رہا ہے تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میں تو مومن غیر مومن سارے شامل ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کہہ کر دو باتوں کی طرف خصوصیت سے ہمیں متوجہ فرمایا۔ فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایمان کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ایمان کے ساتھ ہو تو پھر اس کی اور ہی شان ہے۔ صاحب ایمان لوگوں کا امر بالمعروف اور صاحب ایمان لوگوں کا نہی عن المنکر ان لوگوں سے بہت بہتر ہوتا ہے جو ایمان سے خالی ہوں۔ اس پہلو سے ہمیں متوجہ فرمایا گیا کہ دیکھو اہل کتاب میں بھی یہ باتیں موجود ہیں لیکن ایک چیز کی کمی ہے ان میں بھاری اکثریت بے ایمانوں کی ہے جن کو کوئی ایمان نہیں معمولی ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ پس کاش وہ ایمان

لانے والوں میں سے ہوتے تو ان کے امر بالمعروف اور ان کی نہی عن المنکر میں ایک نئی شان نئی جلا پیدا ہو جاتی لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ کے لئے بہتر یہ ہوتا۔

پس دیکھیں کہ آیت کا آغاز خَیْرَ کے لفظ سے ہوا ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اور خیر کی اعلیٰ مثال ایمان کو بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ اچھی اچھی باتیں بیان کرنے کے بعد جب اہل کتاب کا ذکر فرمایا تو یہ فرمایا وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ پس خیر کی تعریف ہی دراصل ایمان ہے اور ایمان سے پہلے کی حالتیں خیر کی ذیل میں آتی ہیں۔ مگر ادنیٰ شعبے ہیں اعلیٰ شعبہ نہیں۔ اعلیٰ شعبہ ایمان باللہ ہے اور ایمان کے نتیجے میں امر بالمعروف میں بھی ایک نئی شان پیدا ہو جاتی ہے اور اعتماد پیدا ہو جاتا ہے اور نہی عن المنکر یعنی بری چیزوں سے روکنے میں بھی ایک شان پیدا ہو جاتی ہے اور ایک اعتماد پیدا ہو جاتا ہے۔ شان ان معنوں میں کہ زیادہ بہتر رنگ میں اچھی باتوں کا حکم دینے کی انسان اہلیت اختیار کر جاتا ہے۔ اپنی عقل سے اگر انسان اچھی باتوں کا حکم دے تو کئی جگہ اس کی عقل ٹھوکر کھا سکتی ہے جس کو وہ بعض دفعہ اچھا سمجھتا ہے وہ اچھا ہوتا نہیں۔ بعض دفعہ وہ اپنے قومی نقطہ نگاہ سے کسی چیز کو اچھا سمجھ رہا ہے مگر دوسری قوموں کے نقطہ نگاہ سے وہ اچھی نہیں ہوتی لیکن صاحب ایمان کی بھلائی کی تعریف ایک ہی رہتی ہے۔ وہ اللہ کے حوالے سے سوچتا ہے اس لئے صاحب ایمان جس کو بہتر سمجھتا ہے وہ اسی کو بہتر سمجھتا ہے جو اس کے نزدیک خدا کو پسند ہو۔

پس اللہ کے حوالے سے جب بھلائی اور برائی کی تعریف کی جائے تو سب سے زیادہ قابل اعتماد بن جاتی ہے اور اس میں جلا بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اعتماد بھی پیدا ہوتا ہے۔ ان معنوں میں فرمایا کہ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہت بہتر تھا ان کی اچھی باتیں مزید چمک اٹھتیں۔ ان کی بری باتیں حقیقتاً بری ہو کر دنیا کو دکھائی دینے لگتیں کیونکہ ان کے کہنے سے ضروری نہیں کہ کوئی بری بات دنیا کو بھی بری لگے بلکہ اگر وہ صاحب ایمان ہوں اور اللہ کے حوالے سے بات کریں تو پھر جو بات اہل ایمان کو دنیا کے ایک ملک میں بری لگتی ہے وہ دنیا کے دوسرے انسانوں کو بھی بری لگتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ انسان اور انسان میں تفریق نہیں کرتا۔

اس مضمون کو آج آپ کے سامنے خصوصیت سے اس لئے رکھ رہا ہوں کہ ہمارا

امر بالمعروف اور **نهی عن المنکر** کا سفر ایمان کی تلقین پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ یہی آخری منزل ہے اور خیر کی بھی اعلیٰ تعریف یہی ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ ہم خیر امت ہو نہیں سکتے۔ اگر ایمان پھیلانے سے پہلے پہلے ہم اپنے سفر کو ختم کر دیں اور یہ سمجھیں کہ ہم نے بھلائی کی تعلیم دے دی بری باتوں سے روک دیا بس یہی کافی ہو گیا۔

آخری منزل ایمان ہے پس دعوت الی اللہ ہی دراصل وہ آخری منزل ہے۔ جس کی طرف یہ آیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ امت محمدیہ کو متوجہ کر رہی ہے کہ اے امت محمدیہ تم سے قوموں کی بھلائی وابستہ ہے اور ان کی خاطر تم پیدا کی گئی ہو۔ مگر یا درکھو کہ وہ آخری توقع جو خدا کی تم سے ہے وہ ایمان پھیلانے کی ہے۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اس میں نہ صرف یہ کہ یہ مضمون کھول دیا گیا کہ خیر کا آخری مقام کیا ہے بلکہ اس آیت نے مضمون میں ایک درد پیدا کر دیا ہے۔ کاش اہل کتاب یہ سمجھ لیتے کہ ایمان ہی سب کچھ ہے اگر ایمان نہ ہو تو یہ ساری باتیں بیکار جاتی ہیں کاش ایسا ہوتا تو ان کے لئے یہ بہتر ہوتا۔ پس جو قوم بہتر ہے اور بہتری کے لئے پیدا کی گئی ہے اس کا فرض ہے کہ سب کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

پس دعوت الی اللہ ایک ایسا مضمون ہے جس کا گہرا رشتہ اس آیت کریمہ سے ہے اور امت محمدیہؐ کے قائم کرنے کا اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ بنی نوع انسان کو ایمان عطا کرے ایمان سے پہلے دو باتیں ہیں جن کو وہ ضرور شروع کرے۔ اول **امر بالمعروف** اور دوسرے **نهی عن المنکر** اس ترتیب میں ایک اور حکمت بھی ہے جس کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اگر صرف ایمان کی تعلیم دیں اور لوگوں کو صرف ایمان کی طرف بلائیں مگر آپ کے اندر ان کے معاملات میں دلچسپی لینے کی عادت نہ ہو اور ان کے خیر و شر میں دلچسپی لینے کی عادت نہ ہو تو آپ کی طرف وہ توجہ نہیں کریں گے۔ یہ گر بھی اس آیت نے ہمیں سکھا دیا۔ پیشتر اس سے کہ تم ان کو کہو کہ آؤ اور ہمارے ساتھ شامل ہو کہ اسی میں تمہاری نجات ہے ان کے خیر و شر میں تو دلچسپی لو، ان کو بھلی باتیں تو بتاؤ ایسی باتیں جن میں مذہب کی تفریق سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جب سچ بولنے کی تعلیم دو گے تو کون کہہ سکتا ہے کہ تم مسلمان ہو ہم عیسائی ہیں تم ہمیں سچ کی تعلیم نہ دو یا تم مسلمان ہو ہم ہندو ہیں تم ہمیں سچ کی تعلیم نہ دو۔

پس یہاں جو **امر بالمعروف** ہے اس سے مراد وہ اچھی باتیں ہیں جن کو انسان بحیثیت

انسان اچھا سمجھتا ہے اور مذہب کے فرق سے کوئی فرق نہیں پڑتا کسی کو اگر بددیانتی سے روکا جائے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم تو مسلمان ہو اور میں ہندو یا میں سکھ ہوں مجھے کیوں بددیانتی سے روکتے ہو۔ یہ ایک مشترک انسانی قدر ہے اور یہی وہ عرف ہے جس کی طرف آیت کے پہلے حصے نے توجہ دلائی ہے کہ اچھی باتیں بتاؤ۔ ان سے کہو دیکھو! غریب بھوکے مر رہے ہیں چلو ان کی مدد کریں تم بھی ساتھ شامل ہو جاؤ یہ گلی گندی ہے آؤ اس کو صاف کرتے ہیں۔ فلاں شخص لاعلم ہے چلو اس کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، فلاں شخص بے فن ہے اس کو کوئی فن نصیب نہیں جس کی وجہ سے وہ بھوکا مر رہا ہے آؤ اس کو کوئی فن سکھائیں۔ یہ ساری باتیں وہ ہیں جو **امر بالمعروف** سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں مذہب کی تفریق سے ہرگز کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو پہلے قدر مشترک اختیار کرو پھر اکٹھا سفر شروع ہوگا قوموں کو ان کی بھلائی کی باتیں بتاؤ اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے ان کو آپ کی اعلیٰ انسانی قدروں پر یقین ہوگا ان کے دل میں یہ بات جاگزیں ہو جائے گی کہ اچھا انسان ہے، اچھی باتیں سوچتا ہے لوگوں کی بھلائی میں دلچسپی لیتا ہے، یہاں کوئی بحث نہیں چلے گی نہ کسی بحث کی ضرورت ہے۔ کوئی مقابل پر آپ کو گالی نہیں دے گا کوئی مخالفت نہیں کرے گا کوئی یہ نہیں کہے گا کہ جاؤ جاؤ اپنی اچھی باتوں کو اپنے گھر رکھو۔ اگر کوئی کہے گا تو وہ سر پھرا ہی ہوگا۔ لیکن عام انسانی تاثر یہی ہے کہ جب اچھی بات آپ کسی کو کہتے ہیں اگر وہ نہیں بھی کر سکتا تو شرمندگی سے سر جھکا لے گا لیکن بنیادی طور پر آپ کی نیکی کا اس کے دل پر ضرور اثر پڑے گا۔

پھر آپ معاشرے کی برائیاں دور کرنے میں نہ صرف لفظاً کوشش کریں بلکہ مقدور بھر کوشش کریں گے۔ مثلاً دنیا میں Drug کے عادی ہیں، چوری عام ہو رہی ہے اور کئی قسم کی بدیاں ہو رہی ہیں جو معاشرے میں ناسور بن چکی ہیں ان سب کے سلسلے میں جب آپ بات کرتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تو اس سے تعلق رکھنے والی ایک بات ایسی ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ جو نصیحت کرے کہ فلاں بات نہیں کرنی چاہئے اگر وہ اس میں ہو تو وہ شخص ناصح نہیں بلکہ منافق بن جاتا ہے اور اس کا کبھی نیک اثر نہیں پڑتا اس لئے **نھی عن المنکر** میں بھی اور **امر بالمعروف** میں بھی یہ دونوں باتیں شامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے امت محمدیہ! میں تمہیں ایسا دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم زبان سے جو کچھ کہو تمہارا کردار اس کا گواہ بن جائے تم جب بھلائی کی باتیں بیان کرو تو بھلائی تم میں پائی

جائے جب تم بد باتوں سے روکو تو ان باتوں سے تم خود پاک ہو چکے ہو، یہ مضمون اس میں شامل ہے۔

پس اس پہلو سے **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** جماعت احمدیہ کی اصلاح کے لئے بہت ضروری ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جی ہم میں کمزوریاں ہیں ہم کیسے لوگوں کو نصیحت کر سکتے ہیں؟ قرآن کریم نے ان کا منہ بند کر دیا ہے نصیحت کا حکم دے ہی دیا ہے جیسے بھی ہو نصیحت ضرور کرنی ہے۔

جب نصیحت کرو گے تو تمہارا نفس آپ ہی تمہیں پکڑے گا۔ ہر روز شرمندگی اٹھانی پڑے گی جب علیحدہ بیٹھو گے تو سوچو گے میں یہ باتیں کہہ کے آیا ہوں مجھ میں تو یہ نہیں ہیں اور اندر اندر تمہارا نفس ندامت اور شرم سے کٹنا شروع ہو جائے گا بسا اوقات تم پانی پانی ہو رہے ہو گے لیکن مجبور ہو خدا نے تمہیں دوسرا رستہ ہی نہیں دیا حکم دے دیا ہے کہ تم نے ضرور **امر بالمعروف** کرنا ہے پس جو **امر بالمعروف** غیروں کی جانب ہے وہ اندر کی طرف بھی ایک رخ رکھتا ہے اور وہ لوگ جو دل کے سچے ہوں اگر ان میں بعض خوبیاں نہ بھی ہوں تو **امر بالمعروف** کے نتیجے میں ان خوبیوں کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور رفتہ رفتہ انسان وہ خوبیاں اپنانے کا اہل ہوتا چلا جائے گا۔

بدیوں سے روکنے والا شخص اگر اس میں کچھ شرافت اور حیا باقی ہو تو جب روکے گا اس کا دل کئی گنا زیادہ طاقت سے اس کو روک رہا ہوگا۔ اس کا ضمیر اس کو ملامت کر رہا ہو گا کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا ضمیر پھر ایسا طاقتور ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان کی راتوں کی نیند حرام کر دیتا ہے وہ بے چینی سے لکھتے ہیں کہ ہم میں فلاں برائی ہے جو جاتی نہیں فلاں کمزوری ہے جو ہٹتی نہیں فلاں خوبی ہم اپنانا چاہتے ہیں کوشش کر رہے ہیں لیکن نہیں اپنا سکتے یہ **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** کا ایک طبعی نتیجہ ہے اور اس معاملے میں خدا نے آپ کو کوئی آزادی نہیں دی۔ ہر مسلمان کے لئے حکم ہے کہ اس نے ضرور **امر بالمعروف** کرنا ہے اور ضرور **نہی عن المنکر** کرنی ہے اور دوسری طرف یہ شرط لگا دی ہے کہ جو تم کہتے ہو ویسا کیا بھی کرو۔ اب بتائیں کہ جائے کہاں کوئی؟ دونوں طاقتوں کے بیچ میں ایسا پھنسا ہے کہ قرآن کریم نے کوئی جائے فرار باقی نہیں چھوڑی۔ ایک طرف یہ آواز ہے کہ **امر بالمعروف** کرو **نہی عن المنکر** کرو اور دوسری طرف آواز آ رہی ہے کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصّف: ۳،۴) کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک وہ باتیں کہنا جو تم کرتے نہیں

بڑا گناہ ہے۔اب بتائیں کوئی بے چارہ مومن جائے تو کہاں جائے سوائے اس کے کہ سیدھا ہو جائے اور درمیان کی راہ پر چل پڑے اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔ دونوں طرف خدا نے پہرے بٹھا رکھے ہیں اور وہ بیچ کی راہ پر گامزن ہونے پر مسلمان کو مجبور کر دیتا ہے پس دیکھیں کہ **امر بالمعروف** اور **نھی عن المنکر** کا یہ ایک مزید فائدہ کیسا ہمیں حاصل ہوا۔

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ان معنوں میں ایمان بعد میں آئے گا کہ جب یہ باتیں ہوں تو پھر حقیقت میں ایمان نصیب ہوتا ہے۔ایمان سے یہ باتیں نصیب ہوئی ہیں اور ایمان ہو تو ان باتوں میں جلا پیدا ہوتی ہے، ان باتوں میں اعتماد پیدا ہوتا ہے لیکن ایک اور فائدہ بھی تو ہے کہ جب آپ یہ باتیں کرتے ہیں تب آپ کو سمجھ آتی ہے کہ ایمان ہوتا کیا ہے تب ایمان کی ایک نئی حلاوت آپ کو نصیب ہوتی ہے۔ایسا امر **بالمعروف** کرنے والا جو خود نیکیوں پر قائم ہو ایسا بدیوں سے روکنے والا جو خود بدیوں سے عاری ہو وہ حقیقت میں ایمان کی لذت پاتا ہے اور ایمان کی حلاوت اسے ہی نصیب ہوتی ہے۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ فرمایا اہل کتاب کو کیا پتا کہ نیکی ہوتی کیا ہے؟ جب تک ایمان نہ لائیں ان کو نیکی نہیں مل سکتی ان کو نیکی کا مزہ نہیں آ سکتا۔ پس دونوں باتوں کو لازم و ملزوم کر دیا ایک طرف نیکی کے نتیجے میں ترقی یافتہ ایمان کی حالت عطا ہوتی ہے دوسری طرف ایمان سے خالی نیکیاں کرنے والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ تمہیں پتا ہی نہیں کہ نیکی ہوتی کیا ہے ایمان لاؤ گے تو نیکی کا پتا چلے گا۔ یہ وہ نصیحت ہے جس کا آخری نکتہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایمان ہے اور ایمان کی طرف بلانا ہے کیونکہ خَيْرَ اُمَّةٍ کہنے کے بعد ایمان لانے والوں کے متعلق خَيْرًا لَّهُمْ فرما دیا۔ وہی لفظ خیر ہے جو دونوں جگہ استعمال ہوا ہے۔ پس اس پہلو سے میں جماعت کو بار بار نصیحت کر رہا ہوں کہ دعوت الی اللہ کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ دیں۔

اس ضمن میں کچھ پہلے باتیں کہہ چکا ہوں وہ آج یاد دہانی کے لئے دہرانا چاہتا ہوں میں نے جلسے کے دنوں میں یہ اعلان کیا تھا کہ پہلے تین مہینے تربیت پر خاص زور دیں یعنی جو نئے آنے والے ہیں ان کو سنبھالیں ان کو تعلیم دیں، ان کی تربیت کریں، ان کو اعلیٰ اخلاق کے مضامین سمجھائیں اور ان پر عمل پیرا کرنے میں ان کی مدد کریں۔

یہ وہ حصہ ہے جو اس دور سے تعلق رکھتا ہے جس میں اب میں خطبہ دے رہا ہوں ابھی تین

مہینے نہیں ہوئے جلسے پر میں نے بات کی تھی اکتوبر کے آخر تک اس تربیتی دور کا وقت ہے اور ڈیڑھ مہینہ گزر چکا ہے اور جہاں تک میں جماعت کی رپورٹوں سے اندازہ لگا رہا ہوں میرے خیال میں بہت سی جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری تبلیغی کوششوں کو پھل لگنے کی ہوا ایسی شان کے ساتھ چل پڑی ہے کہ کوششوں کا کہنا تو یونہی تکلف ہے۔ پھل ویسے ہی تیار ہوئے پڑے ہیں۔ اب تو درخت ہلا کر پھل اکٹھے کرنے والی بات رہ گئی ہے اور دوسری طرف تربیت کے تقاضے پورا کرنے کی جو ذمہ داری بڑھ رہی ہے میں سمجھتا ہوں ابھی ہم اس کی طرف توجہ نہیں دے رہے۔ پس بہت ہی اہم بات ہے کہ جو پھل اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے اسے سنبھالیں جو بھی احمدی ہوتا ہے امیر کا کام ہے کہ جائزہ لے کہ وہ کسی کے سپرد ہوا بھی ہے کہ نہیں، کوئی اس سے مستقل تعلق رکھ بھی رہا ہے کہ نہیں، کوئی نظر ڈال بھی رہا ہے کہ نہیں کہ احمدی ہونے کے بعد کہیں کھسکنا تو نہیں شروع ہو گیا یعنی غیروں کے اثر اور ان کے دباؤ کے نیچے یا معاشرے کی دوسری کشش کے نتیجے میں اس نے آہستہ آہستہ واپسی کا سفر تو نہیں کر لیا، یہ ہو جایا کرتا ہے مگر آپ کو اس ضمن میں ہوشیار ہونا پڑے گا اگر نگرانی رکھیں اور ہوشیار رہیں۔ ہر نئے احمدی پر نظر ہو، پتا ہو کہ کوئی پیار کرنے والا، کوئی محبت کرنے والا، کوئی اچھی نصیحت کرنے والا، کوئی نیک اعمال والا شخص یا خاندان ان کی نگرانی کر رہا ہے، ان کو جذب کر رہا ہے تو پھر یہ اطمینان ہوگا کہ ہاں یہ کام صحیح خطوط پر چل پڑا ہے لیکن جس کثرت سے خدا کے فضل سے احمدی ہو رہے ہیں اسی کثرت سے جو تربیت کے تقاضے ہیں میں سمجھتا ہوں اس میں ابھی کمی ہے۔

اسی لئے ساری دنیا کی جماعتوں کو میں اچھی طرح یاد دلاتا ہوں اور آئندہ پھر بھی یاد دلاتا رہوں گا کہ پہلے ان کو سنبھالیں اور ان کو سنبھالنے کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ان کو مبلغ بنا دیں جس طرح آپ جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں تو آپ کا نفس آپ کو نصیحت کرتا ہے اسی طرح جو نیا ایمان لانے والا ہے جب وہ دوسرے ساتھیوں کو ایمان کا پیغام پہنچاتا ہے تو وہی پیغام اس کے اندر بھی مل رہا ہوتا ہے وہ اس کو پہلے سے بڑھ کر تقویت دے رہا ہوتا ہے، جب غیر اس کے مقابل پر دلائل لاتا ہے تو وہ خود ڈھونڈتا ہے کہ جو مذہب میں نے اختیار کیا ہے اس کی تائید میں دلائل کیا ہیں اور اس طرح اس کا نفس تربیت شروع کر دیتا ہے۔ بارہا میں نے آپ کو توجہ دلائی ہے کہ باہر کا مربی بھی اچھا ہے لیکن

جب نفس کے اندر مربی پیدا ہو جائے تو اس کی کوئی مثال نہیں۔ پس ہر نفس میں مذکر بھی ہونا چاہئے اور مزکی بھی۔ نصیحت کرنے والا بھی ہونا چاہئے اور پاک کرنے والا بھی۔

پس آپ اپنے تجربے سے جانتے ہیں اور یقین پر قائم ہیں کہ جب آپ دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں تو آپ درحقیقت اپنے آپ کو نصیحت کر رہے ہوتے ہیں۔ پس اس ترکیب کو نئے آنے والوں پر استعمال کریں ان کو توجہ دلائیں کہ ہمیں اور اپنے جیسے احمدی لا کر دو ایک آئے ہو تو تم دس لے کے آؤ ان کو تبلیغ میں جھونک دیں جوں جوں وہ تبلیغ کریں گے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا ایمان ہی ترقی نہیں کرے گا ان کا علم بھی ترقی کرے گا اور تزکیہ نفس ہوتا چلا جائے گا ان کو غیر آپ کی طرف دھکیلیں گے بجائے اس کے کہ مرکز سے ان کا سفر باہر کی طرف ہو باہر سے مرکزیت کی طرف سفر شروع ہو جائے گا کیونکہ مبلغ کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مخالفت باہر کی طرف سے دھکیل کر اندر کی طرف لے کے جاتی ہے۔ پس وہ آپ سے زیادہ گہرا تعلق رکھنے پر مجبور ہوں گے بار بار آپ کے پاس آئیں گے، آپ سے مسائل کا حل پوچھیں گے اور اپنی تکلیفوں کا ذکر کریں گے اور اس پر جو صبر کی طاقت نصیب ہوئی ہے وہ ان کے اندر ایک نئی طاقت عطا کرے گی کیونکہ صبر سے انسان کو بڑی طاقت نصیب ہوتی ہے۔ پس ایک طریق یہ ہے کہ ہر نئے آنے والے احمدی کو آپ پیار سے اپنے ساتھ چمٹا کر پھر بھیجیں کہ جاؤ تبلیغ کرو۔

یہ اس سے ملتا جلتا مضمون ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (البقرہ:۲۶۱) اے میرے اللہ! مجھے دکھا تو سہی کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے مراد یہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو یہ فرمایا گیا تھا کہ تو نے ساری دنیا کو زندگی عطا کرنی ہے اور یہ پیشگوئی اس بات میں شامل تھی کہ آنحضرت ﷺ جنہوں نے سب دنیا کو زندہ کرنا ہے آپ کی نسل میں آپ کی دعاؤں سے پیدا ہوں گے۔ اپنے ماحول میں، اپنے گردو پیش میں ہر جگہ آپ کو موت دکھائی دے رہی تھی۔ عرض کیا کہ اے خدا ایمان تو میں لایا ہوں کہ تو ضرور ایسا کرے گا لیکن دکھائی نہیں دے رہا۔ کچھ میری طمانیت کا بھی تو انتظام کر، مجھے بھی تو اطمینان نصیب ہو کہ ہاں اس طرح ہوگا اور ایسے ہوا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندے پکڑو فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ان کو اپنے ساتھ مائل کرلو، اپنے قریب لے آؤ، اپنے ساتھ مانوس کردو یہاں

تک کہ تمہارا پیار ان کے دل میں پیدا ہو جائے پھر ان کو چار سمتوں میں مختلف پہاڑیوں پر چھوڑ دو پھر ان کو آواز دو، دیکھو کس طرح وہ لپکتے ہوئے اڑتے ہوئے تمہاری طرف آتے ہیں۔

تو سعید روحوں کو بلانے کے لئے یہی ڈھنگ ہے کہ پہلے آپ ان کو سینے سے لگائیں اور پھر ان کو تبلیغ پر مامور کر دیں، جتنا تبلیغ کریں گے اتنا ہی وہ آپ کے زیادہ قریب ہوتے چلے جائیں گے چاروں سمت دنیا میں پھیل جائیں گے اور زندگی کا وہی پیغام دوسروں کو عطا کرنے لگ جائیں گے وہ زندگی جو آپ کی وساطت سے ان کو عطا ہوئی ہے وہ غیروں کو عطا کریں گے اور رہیں گے ہمیشہ آپ کے غیر کے نہیں ہوں گے۔ کیسا عظیم نکتہ ہے جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا کہ چاروں سمت میں پھیل جانے والے وجود تمہارے ہی رہیں گے غیروں کے نہیں ہو سکیں گے کیونکہ وہ تم سے زندگی پا کر لوگوں کو زندگی دینے کے لئے تو نکلے ہیں۔ یہ مضمون اس لئے اس میں شامل ہے کہ سوال ہی یہی تھا رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سوال گندم اور جواب جَو اللہ تعالیٰ ہے جواب دینے والا اس کے جواب میں لازماً سوال پیش نظر رہتا ہے۔ پس سوال تو یہ ہے کہ زندہ کیسے کرتا ہے؟ خدا فرماتا ہے پرندے پکڑو اپنے ساتھ مانوس کرو اور ان کو بھجوا دو۔ کس لئے بھجواؤ؟ زندگی کا پیغام پہنچانے کے لئے اور پھر جو تم سے زندگی پائیں گے وہ زندہ رہیں گے، موت سے ٹکرائیں گے لیکن موت ان پر غالب نہیں آئے گی اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب تم ان کو پکارو گے تو اڑتے ہوئے تمہاری طرف چلے آئیں گے۔ پس ایسے پیغامبر دنیا میں بھیجو جن کے ساتھ تمہارا پیار تمہارا تعلق ان کے ایمان کو تقویت عطا کر چکا ہو ان کے ایمان کو مستقل بنا چکا ہو پھر ان سے تبلیغ کا کام لو پھر دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ ہر طرف زندگی عطا کرتا ہے اور مردوں میں سے زندگی نکالتا ہے۔

یہ جو سلسلہ ہے یہ بڑے زور اور بڑی شان کے ساتھ افریقہ میں ظاہر ہو چکا ہے، چل پڑا ہے، تیز قدموں کے ساتھ آگے روانہ ہو چکا ہے اور دن بدن اس کی رفتار میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور وسعت اثر میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ یورپ کو میں نے متوجہ کیا تھا کہ تم کیا انتظار کر رہے ہو، تم بھی آگے بڑھو، یہ بھی تو آخر انسان ہیں، یہ بھی تو زندگی کے پیاسے ہیں، زندگی کے محتاج ہیں۔ **امر بالمعروف** کا ان کا بھی تو حق ہے، **نھی عن المنکر** کے یہ بھی تو ضرور تمند ہیں لیکن کم لوگوں نے توجہ دی ہے مگر جنہوں نے توجہ دی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر یہی

تقاضا کر رہی ہے، اب حالات بدل چکے ہیں، اب انکار کے زمانے ماضی کا حصہ بن رہے ہیں، اب مستقبل ہمیں یہ خوشخبری دے رہا ہے کہ دل آمادہ ہو چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر بڑی شان سے صادق آ رہا ہے کہ

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار (درثمین: صفحہ ۱۳۰)

میرا یوسف یعنی اسلام کی سچائی کا سورج طلوع ہو رہا ہے مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ تم چاہے دیوانہ کہو ان اندھیروں میں خواہ تمہیں روشنی کی رمق دکھائی نہ دے مگر میں دیکھ رہا ہوں اور میں یوسف کے بدن کی خوشبو پا رہا ہوں۔ یہ دور آ چکا ہے اب حال ہی میں جرمنی میں جو جلسہ ہوا اس سے ایک مہینہ پہلے میں نے جرمن احمدیوں کو بیدار کیا اور متوجہ کیا میں نے کہا میں نے تم سے ایک مہینے کے اندر اندر ایک ہزار یورپین احمدی مسلمان لینے ہیں اس پر وہ لوگ مجھے لکھ رہے تھے کہ آپ نے تو ہماری بنیادیں ہلا دیں۔ ایک مہینے میں ایک ہزار؟ گزشتہ دس سال میں بھی ہزار نہیں ہوئے گزشتہ سو سال میں بھی ہزار جرمن یا یوروپین باشندے مسلمان نہیں ہوئے تو انہوں نے کہا آپ کیا باتیں کر رہے ہیں لیکن ایک یقین تھا چنانچہ خصوصیت سے بعضوں نے کہا کہ جب ہم نے جلسہ سالانہ UK پر پہلی عالمی بیعت دیکھی تھی تو ایک بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب آپ کے دل میں تحریک ڈالتا ہے تو خود ہی پورا کر دیتا ہے اس لئے اس یقین کے ساتھ ہم میدان میں کود پڑے اور ان کو ہزار کہہ کر میرے دل میں یہ حرص اور بڑھ گئی۔ میں نے کہا اللہ میاں! ہزار تو میں نے کہا ہے لیکن چودہ صدیاں ہو گئیں ہیں اسلام کو، چودہ سو یوروپین تو دے دے تاکہ ہم یہ کہیں کہ ہر صدی کا ایک سو ملا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سولہ سو دے دیئے۔ اب یہ عجیب بات ہوئی ہے۔ سارے جرمن احمدی حیران پریشان بیٹھے ہیں کہ یہ ہو کیا گیا ہے۔ جس کو ہم انہونی بات کہتے تھے وہ آنکھوں کے سامنے ہو گئی اور ہم نے دیکھ لیا۔ تو میں یہ آپ کو بتا رہا ہوں کہ

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

خدا کی قسم! مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے، وہ دن بدن

قریب آرہا ہے آپ اس طرف بڑھیں اس کے استقبال کی تیاری کریں اور جس طرح میں نے کہا ہے اپنا جو کچھ ہے ہمت سے اس میدان میں جھونک دیں۔

یہ انگلستان کی جماعت کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے لیکن سب دنیا کی جماعتوں کے لئے چیلنج ہے، انگلستان کو میں نے اس لئے پہلے مخاطب کیا ہے کہ آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے ایک یوروپین ملک کی مثال ہے لیکن مجھے یہ نظر آرہا ہے کہ اگر انگلستان بیدار نہ ہوا تو بیلجئیم بھی ان کو پیچھے چھوڑ جائے گا کیونکہ بیلجئیم والوں سے جتنی میں نے توقع رکھی تھی اس سے دگنے سے زیادہ تو ابھی تک وہ بنا چکے ہیں اب جلسے سے پہلے جب ان کو ایک ٹارگٹ دیا گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے پورا کیا اور اس سے زائد کیا۔ جلسے کے کچھ دن کے بعد اب میں بیلجئیم گیا ہوں تو اتنے ہی اور احمدی بنا چکے تھے یہ کوئی فرضی باتیں نہیں ہیں میں ان سے ملا ہوں، ملاقاتوں پر آئے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور سمجھدار اور ہوشیار لوگ خوب اچھی طرح سمجھ کے ہوئے ہیں اور بڑے نیک ارادے رکھتے ہیں، عزم صمیم کئے ہوئے ہیں کہ ہم اپنے اپنے دائرے میں اب ضرور احمدیت کو پھیلائیں گے۔

پھر دو نئے ملک ان کو عطا ہوئے دو نئی قوموں کے لوگ ان کو ملے ایک مقدونیہ (Macedonia) کا جوڑا تھا جہاں میرا خیال تھا کہ پہلے کوئی نہیں لیکن جرمنی میں جا کے پتہ چلا کہ میسے ڈونیا کے وہاں بھی خدا کے فضل سے احمدی ہوئے ہیں۔ پھر یوگوسلاویہ کی ایک اور ریاست مانٹینیگر (Maonetenegor) کا ایک خاندان بھی وہاں احمدی ہوا ہے۔ اب یہ دو جگہیں ایسی ہیں جہاں اس سے پہلے ہماری پہنچ نہیں تھی لیکن ان سے جب میں ملا ہوں تو میں بے حد متاثر ہوا۔ بڑے عظیم ارادے رکھتے ہیں انہوں نے مجھ سے مل کر کہا کہ آپ اب فکر نہ کریں اب ہماری قوم ہماری ذمہ داری ہے ہم اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں ہم دعائیں کر رہے ہیں آپ بھی ہمارے لئے دعائیں کریں انشاء اللہ واپس جا کر ہم نے بڑی تیزی سے اپنی قوم میں پیغام پھیلانا ہے۔

تو یہ ہوائیں کسی انسان کے بس میں تو نہیں کہ وہ چلائے یہ تقدیر الٰہی ہے جو ہوا چلا رہی ہے اس ہوا کے رخ پر چلنے کے لئے آپ سے کہہ رہا ہوں ہوا کے مخالف چلنے کے لئے تو نہیں کہہ رہا۔

پاکستان میں کیسے شدید حالات آپ نے دیکھے ہیں دن بدن علماء اور بعض دوسرے علماء

جیسے جہلاء کی جماعت سے نفرتیں بڑھ رہی ہیں اور عناد جو ہے وہ قابو میں نہیں آرہا لیکن خدا تعالیٰ کے پیار کی ہوائیں عوام کے دل بدل رہی ہیں، ان کے خیالات کی رو میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو رہی ہے جو ٹارگٹ پاکستان کو دئے گئے تھے ان کی میں تفصیل نہیں بتاتا کیونکہ مولوی اس سے بہت تکلیف اٹھائیں گے، بہت آزار پھیلے گا ہم تو ''پا کے دکھ آرام دو'' والوں میں سے ہیں اس لئے اس پر پردہ ہی رہنے دیا جائے تو اچھا ہے ورنہ بہت عذاب میں مبتلا ہوں گے ان کے لئے عَذَابٌ اَلِيْمٌ (البقرہ:۱۱) بن جائے گا کہ ان حالات میں جبکہ حکومت نے اور مولویوں نے مل کر ساری کوششیں کر لیں کہ لوگ احمدیت کو چھوڑ کر مرتد ہو جائیں لیکن خدا کے فضل سے جوق در جوق لوگ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ پس خدا کی چلائی ہوئی ہوائیں ہیں ان کو روک کوئی نہیں سکتا۔ زور لگا کر دیکھ لیا اور لگا کر دیکھ لیں ان کی ہر کوشش ناکام اور نامراد ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہوائیں چل رہی ہیں یہ جھکڑ بن رہی ہیں یہ بڑے بڑے توانا ؤں کو اکھیڑ پھینکیں گی ان کے قدم اکھیڑ دیں گی۔ یہ تو ایسی ہوائیں ہیں جو اگر شہروں کے خلاف چلیں تو شہروں کو ملیا میٹ کر دیتی ہیں۔ کسی کا اختیار کیا ہے کسی کی طاقت کیا ہے آپ کو ان ہواؤں کے رخ پر چلنے کے لئے میں بلا رہا ہوں، ان کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اور ان سے مزید طاقت پائیں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ انقلاب جس کو آپ پہلے دور دیکھا کرتے تھے وہ کس تیزی سے آپ کی طرف بڑھتا ہے۔

پس وہ سب مجالس جو آج کسی نہ کسی رنگ میں اجتماع میں شامل ہو رہی ہیں ان کو میرا یہی پیغام ہے کہ خَيْرَ اُمَّةٍ بن کر دکھائیں خَيْرَ اُمَّةٍ کی تعریف یہ ہے کہ وہ نیک کاموں کی طرف لوگوں کو بلائیں اور جب نیک کاموں کی طرف بلائیں تو خود نیک کام کریں بدیوں سے دنیا کو روکیں اور جب بدیوں سے دنیا کو روکیں تو خود بدیوں سے رکنے کی کوشش کریں اور کوشش کریں کہ رفتہ رفتہ سب بدیاں اپنی ذات سے نوچ نوچ کر باہر پھینک دیں۔ پھر وہ اس لائق ہو جائیں گے کہ ایمان کی تعلیم دیں۔

جو انسان نیکی پر قائم ہو جائے اور بدیوں سے پاک ہو رہا ہو سچا ایمان تو اسی کو نصیب ہوتا ہے اور وہی ہے جو ایمان کی طرف بلانے کی اہلیت اختیار کر جاتا ہے۔ دیکھیں قرآن کریم کی آیات میں کس طرح تطابق ہے، کتنے گہرے رشتے ہیں فرماتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ

اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (حٰمٓ السجدہ: ۳۴) یہی مضمون ہے جو یہاں بیان ہو رہا ہے خدا کی طرف بلانے والے سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے اس سے زیادہ حسین بلاوا اور کس کی طرف ہو سکتا ہے مگر وہی بلاوا حسین ہو گا جہاں بلانے والے کا عمل اس کی تائید کرتا ہو، عمل بھی اچھا ہو۔ یہاں بلاوے کو بعد میں رکھا ہے عمل کو پہلے رکھا ہے فرمایا امر بالمعروف کرو، اچھے کام کرو، بدیوں سے روکو، خود بدیوں سے رک جاؤ پھر ایمان لاؤ اور پھر دنیا کو یہ پیغام دو کہ کاش تم ایمان لے آتے تو تمہارے لئے بہتر ہوتا۔ آؤ اور ایمان والوں میں شامل ہو جاؤ۔

پس اس کام کو فضیلت دیں؟ اولیت دیں۔ تین مہینوں میں جو عرصہ باقی ہے اس میں نومبائعین کو اپنے سینے سے لگائیں ان کو پیار دیں، ان کو حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنے ایمان کی گرمی سے زندہ کریں اور طاقت بخشیں اور پھر ان کو آمادہ کریں کہ وہ دنیا میں نکل جائیں ان کو بتائیں کہ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ سچی زندگی پانے والوں کو موت سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا جو روحانی طور پر زندگی پا جاتے ہیں وہ چاہے شمال میں جائیں یا جنوب میں جائیں، مشرق میں جائیں یا مغرب میں جائیں وہ غالب بن کر جاتے ہیں غالب بن کر رہتے ہیں۔ وہ موت سے ڈرتے نہیں ہیں بلکہ مردوں کو زندہ کرنے والے بن جاتے ہیں۔ **پھر ایسے لوگوں کو بار بار اپنی طرف واپس بلاؤ اور ان کو پھر پیار دو تا کہ ان کے اندر مزید تقویت ہو اور تمہارا ایمان بھی مزید طاقت پائے یہ سلسلہ جاری کرو تو دیکھو دیکھتے دیکھتے کس طرح خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دنیا کا جو قبرستان ہے یہ زندگی کی آماجگاہ بن جائے گا۔ آپ قبرستان میں کب تک اکیلے جئیں گے۔ وہ کام کر کے دکھائیں جو خدا کے انبیاءؑ کرتے ہیں صدیوں کے مردے قبریں پھاڑ پھاڑ کر باہر نکلتے ہیں اور الٰہی رنگ اختیار کرتے جاتے ہیں۔** پس خدا کرے کہ ہمیں اس کی توفیق ہو۔ تمام دنیا میں خصوصیت سے اجتماع والوں کو بالعموم ساری جماعت کو یہی میری نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین